سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۵۷

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ عظمت و فنائیت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال، کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۵۷

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ عظمت وفنائیت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بفیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ امیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے

محبت تیری حصے میں قمر ہیں تیرے نازوں کے
جو ہیں نشتر کبھی ہوں خنجر تیرے نازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : صحابہ کی شانِ عظمت وفنائیت

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۱۵ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ بعد نماز فجر

مرتب :جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۴ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء بروز پیر

زیرِاہتمام : شعبہ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: 92.21.34972080+، 92.316.7771051+

ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین ومحبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شائع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شائع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرواشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

صحابہ کی شانِ عظمت و فنائیت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ
بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ۙ اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۫
یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ
یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ[1]

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ نام

اس آیت کی تفسیر سے پہلے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کرتا ہوں اور اس واقعہ سے بھی پہلے ایک اور بات عرض کرتا ہوں کہ اَحَبُّ الۡاَسۡمَاءِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَبۡدُ اللّٰہِ وَ عَبۡدُ الرَّحۡمٰنِ[2] اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں اور سب سے برا، سب سے خطرناک، سب سے متروک و ناپسندیدہ نام ملک الملوک ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے شاہانِ شاہ (شہنشاہ)۔[3] اس کا مطلب ہے سلاطین میں سب سے بڑا، حالاں کہ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] المائدۃ:۵۴

[2] سنن ابن ماجۃ:۲/۴۰۰(۳۷۲۸)،باب ما یستحب من الأسماء،المکتبۃ الرحمانیۃ

[3] صحیح البخاری:۲/۹۱۶(۶۲۳۷)،باب ابغض اسماء اللہ تعالیٰ،المکتبۃ المظہریۃ

فرماتے ہیں کہ شہنشاہ جس کو عربی میں ملک الملوک یعنی بادشاہوں کا بادشاہ کہتے ہیں یہ اللہ کے نزدیک سب سے برا نام ہے،[۴] کیوں کہ احکم الحاکمین اور سلطان السلاطین اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ دنیا میں اس طرح جس کا بھی نام ہوا اسے بہت بری طرح موت آئی۔ تاریخ میں جس نے بھی اپنا نام شہنشاہ رکھا اس کا حال خراب ہوا ہے، کیوں کہ یہ نام اللہ کو نہایت ناپسندیدہ ہے۔ یہ تو اللہ کا نام ہے، شاہوں کا شاہ صرف وہی ہے۔

اتباعِ شریعت کے ساتھ حضوری اور دوری دونوں نعمت ہیں

اب صحابی کے واقعہ کے سلسلے میں عرض کرتا ہوں۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک دن غمگین بیٹھے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ کیوں غمگین ہیں؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے ابو بکر صدیق نَافَقَ حَنۡظَلَۃُ میں تو بالکل منافق معلوم ہوتا ہوں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمارا جو ایمان ہوتا ہے جب ہم کاروبار میں یا گھر میں ہوتے ہیں اس وقت وہ بات نہیں رہتی، ویسا ایمان نہیں رہتا، ہمارے ایمان میں دائمی استقامت نہیں ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کہیں ہماری یہ حالت نفاق کی علامت نہ ہو۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مرض تو مجھ میں بھی ہے، جو ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتا ہے ویسا ایمان بال بچوں کے پاس نہیں رہتا، کچھ نہ کچھ فرق ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا فرق نہیں ہوتا جیسے ہم لوگوں کا ہو جاتا ہے، جن کے رُتبے سِوا ہیں ان تک پہنچنا مشکل ہے، وہ ذرا سی کمی کو بھی بہت سمجھتے ہیں۔ تو دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اب فیصلۂ نبوت سنیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہرگز نفاق نہیں ہے، دونوں مؤمن ہیں سَاعَۃً وَّسَاعَۃً کبھی کوئی حالت ہوتی ہے، کبھی کوئی حالت ہوتی ہے۔ وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ اَنۡ لَّوۡ تَدُوۡمُوۡنَ عَلٰی مَاتَکُوۡنُوۡنَ عِنۡدِیۡ وَفِی الذِّکۡرِ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری ہمیشہ

[۴] صحیح البخاری: ۲/۹۱۶ (۶۲۳۶)، باب ابغض اسماء اللہ تعالیٰ، المکتبۃ المظھریۃ

وہی حالت رہے جو میری مجلس میں، میری صحبت میں ہوتی ہے، اللہ سے تعلق اور حضوری کا ویسا ہی غلبہ رہے تو لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ[۵] فرشتے تم سے تمہاری گلیوں میں، تمہارے بستروں پر آکر مصافحہ کریں گے، تم سے ملاقات کریں گے اور تمہارے دنیا کے سارے انتظامات گڑبڑ ہوجائیں گے۔ کیوں کہ جب تم پر روحانیت کا اتنا غلبہ ہوجائے گا پھر تم آٹا نہیں پسوا سکو گے، لوگوں کے حقوق ادا نہیں کرسکو گے، ان سے ملنا جُلنا سب ختم ہوجائے گا۔ لٰہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَاعَةً وَّسَاعَةً کبھی ایسا ہو کبھی ایسا ہو، دونوں حالتیں اچھی ہیں۔ ہر وقت ایک جیسی حالت نہیں رہتی، لٰہذا اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سَاعَةً وَّسَاعَةً کی شرح میں فرماتے ہیں سَاعَةً فِي الْحُضُوْرِ ایک وقت تم پر اللہ کے یقین اور حضوری کے غلبہ کا ہوتا ہے فَتُؤَدُّوْنَ فِيْهَا حُقُوْقَ رَبِّكُمْ تو اس وقت میں تم اپنے رب کے حقوق ادا کرتے ہو وَسَاعَةً فِي الْغَيْبَةِ وَالْفُتُوْرِ اور ایک وقت وہ ہوتا ہے جب حضوری کا غلبہ اس درجہ نہیں ہوتا، پس جب اس میں کمی آجاتی ہے تو تَقْضُوْنَ فِيْهَا حُظُوْظَ أَنْفُسِكُمْ پھر تم اپنے نفس کا حق ادا کرتے ہو، اپنے گھر والوں اور بال بچوں کا حق ادا کرتے ہو لِيَنْتَظِمَ بِذٰلِكَ اَمْرُ الدِّيْنِ وَالْمَعَاشِ تاکہ دوبارہ دینی امور کی ادائیگی اور کسبِ معاش کے لیے چاق وچوبند ہوسکو یعنی جب تم پر حضوری کا بہت غلبہ ہوجائے تو تم اپنے رب کے حقوق ادا کرو، نہایت محبت وایمان ویقین کے ساتھ اللہ کی یاد میں لگے رہو اور جب اس میں کچھ کمی آجائے تو تم اپنے نفس کا حق ادا کرو، اپنے اہل وعیال کا حق ادا کرو۔ ایسا ایمان ہر وقت اگر رہے تو کوئی شخص بھی بیوی کا حق ادا نہیں کرسکتا کیوں کہ وہ تجلیاتِ الٰہیہ میں اس قدر مگن ہوگا کہ اسے دنیا کا ہوش ہی نہیں رہے گا۔ وَفِيْ كُلٍّ مِّنْهُمَا رَحْمَةٌ عَلَى الْعِبَادِ[۶] معلوم یہ ہوا کہ بندوں پر طاری ہونے والی یہ دونوں ہی حالتیں اللہ کی رحمت ہے۔

---

[۵] صحیح مسلم: ۲/۳۵۵، باب فضل دوام الذکر والفکر فی امور الاٰخرۃ، ایچ ایم سعید

[۶] مرقاۃ المفاتیح: ۴/۱۵۵۰، باب ذکر اللہ عزوجل، دار الفکر، بیروت

علمِ لَدُنّی کی تعریف

میرے شیخِ اوّل مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مُلّا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پانچ سو علماء کے استاد تھے، یہ درس نظامی جو آپ پڑھتے ہیں، نیو ٹاؤن میں، جامعہ دارالعلوم میں، دیوبند میں تو یہ درسِ نظامیہ مُلّا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بنایا ہے، درسِ نظامی کا نام ان ہی کے نام پر رکھا گیا ہے۔ یہ بات بہت سے لوگوں کو پتا ہی نہیں ہے، درسِ نظامی پڑھ رہے ہیں لیکن مُلّا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے درسِ نظامی بنایا تھا ان کے بارے میں جانتے نہیں کہ یہ کون تھے۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی نگرانی میں اور ان کی شاگردی میں پانچ سو علماء مقرر کیے اور فتاویٰ عالمگیری ان سے لکھوائی اور مُلّا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو افسر العلماء مقرر کیا، ملا نظام الدین، شاہ عبد الرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ شاہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ لَدُنّی عطا ہوا تھا، انہوں نے مدرسہ میں نہیں پڑھا تھا۔ اس امت میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے پاس سے علم لدنی دے دیتے ہیں یعنی کتاب و مدرسہ کے بغیر علم عطا ہوتا ہے، اس کا نام علم لدنی ہے، اور اس کا ثبوت قرآنِ پاک میں ہے، اعلان ہو رہا ہے وَ عَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا[ک] اور ہم نے ان کو علم لدنی عطا فرمایا۔ تو قرآنِ پاک کی آیت دلالت کرتی ہے کہ جس کو خدا چاہے بے پڑھے لکھے ہی سب کچھ دے دیتا ہے، حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں داخل ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی خصوصیت کا ذکر کیا ہے اور اس دور میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کافیہ تک پڑھا تھا مگر علوم ایسے تھے کہ مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے بڑے علماء مثلاً شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے ان سے بیعت کی۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے مگر شاہ عبد العزیز صاحب جیسے بڑے محدث نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سید احمد شہید کو بغیر پڑھے ہوئے اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اگر میں حج سے بخیریت

ک الکھف:۶۵

واپس آگیا تو اپنے اس خلیفہ اور مرید کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔

حکمتِ علم شریعت صحبتِ اہل اللہ سے حاصل ہوتی ہے

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے آپ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے غیر عالم سے کیوں بیعت کی؟ تو فرمایا کہ میں دینی علوم میں تو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں لیکن مجھے ان علوم کی حکمت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ میں ملی۔ اس زمانہ میں لوگ بیوہ کے نکاح سے بہت سخت عار اور ناگواری محسوس کرتے تھے، مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھاتے تھے لیکن جب بیواؤں سے متعلق احادیث آتی تھیں تو ان حدیثوں کو چھوڑ دیتے تھے کیوں کہ ان کے گھر میں بھی بیوہ بہن موجود تھیں مگر مارے شرم کے ان کو نکاح کی ترغیب نہ دیتے تھے، لیکن جب سید احمد شہید سے بیعت ہوئے تو سب سے پہلے اپنی بہن سے کہا کہ نکاح کرو۔ ایک مرتبہ اپنے شیخ سید احمد شہید سے عرض کیا کہ حضرت میں ایسی دو رکعات پڑھنا چاہتا ہوں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اکبر کہنے سے سلام پھیرنے تک کوئی وسوسہ نہ آئے، غیر اللہ کا خیال ہی نہ آئے، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا انتظار کرو، کسی مناسب وقت میں ان شاء اللہ ایسی دو رکعات مل جائیں گی۔ جب وہ وقت آیا اور اللہ کی طرف سے انعام ہوا تو دو بجے رات کو فرمایا کہ مولوی اسماعیل اللہ کے لیے اٹھ جایئے۔ آہ!

جی اُٹھے مردے تیری آواز سے
پھر اے مطرب اسی انداز سے

اللہ والوں کی آواز میں یہ اثر ہوتا ہے۔ جب مولانا اُٹھ گئے تو فرمایا کہ مولانا! اللہ کے لیے وضو کر لیجیے، ہر بات میں اِخلاص پیدا کر رہے ہیں کہ مولانا! اللہ کے لیے وضو کر لیجیے، مولانا نے وضو کر لیا، پھر فرمایا مولانا! اللہ کے لیے دو رکعت نماز پڑھ لیجیے۔ بس مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا پوری ہوگئی، ایسی دو رکعات زندگی بھر نصیب نہیں ہوئی تھیں۔ اسی لیے مولانا شاہ

اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کی کھائی اس کی گائی، مجھے تو ان ہی سے فیض ہوا ہے، اسی لیے میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا غلام بنا ہوں۔

مولانا شاہ اسماعیل شہید کا شوقِ جہاد

اللہ تعالیٰ اپنے ان عاشقوں پر رحمت نازل کرے، مولانا شاہ اسماعیل شہید سخت گرمی میں دہلی کی جامع مسجد میں گرم پتھر پر چل رہے ہیں کہ جب بالاکوٹ کے پہاڑ پر جہاد کرنا ہوگا، تو گرم پتھروں پر ہم کیسے چلیں گے، اگر قالینوں پر چلیں گے تو وہاں کیسے چلیں گے؟ لٰہذا دوپہر کو ٹھیک بارہ بجے تپتی دھوپ میں ایک گھنٹے تک ننگے پیر چلنے کی مشق کرتے تھے۔ پھر جب ان دو بزرگوں یعنی سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے بالاکوٹ میں سکھوں سے جنگ کی تو اللہ کی محبت میں اپنا خون بالاکوٹ کے پہاڑوں کی گھاس پر بکھیر دیا۔ اور بالاکوٹ میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

خونِ خود را بر کوہ و کوہسار ریخت

یعنی ان بزرگوں نے اپنے خون کو پہاڑ کے دامن میں گھاس کے تنکوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں بکھیر دیا۔ اس علاقے پر اللہ کی رحمت ابھی بھی برس رہی ہے، اسی لیے وہاں بہت مزہ آتا ہے، جہاں کوئی خدا کی راہ میں جان دے تو کیا وہاں خدا کی رحمت نہ برسے گی؟

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ برسات کے زمانہ میں دریائے جمنا میں دہلی سے دو سو کلومیٹر دور آگرہ تک تیر کے جاتے تھے، کیا شان تھی اللہ اکبر! دہلی کا دریائے جمنا لبالب بھرا ہوا ہے، اس میں چھلانگ ماری اور آگرہ تک تیر کے گئے۔ یہ مشق کس لیے کر رہے تھے؟ اللہ کی راہ میں جان دینے کے لیے تیاری کی جارہی تھی، اللہ تعالیٰ ان اہلِ محبت ہستیوں کی محبت سے ہمارے حصہ میں بھی کچھ عطا فرمادے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی اپنی محبت نصیب فرمادے۔

حضرت مصعب ابن عمیر کی منقبت

حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ شہزادہ مکہ، رئیسِ مکہ جب اسلام لائے تو ان

کے چچا اور ماں نے ان کے جوتے اور کپڑے چھین لیے تو انہوں نے ٹاٹ پہن لیا اور غیرت کی وجہ سے قمیص کے بٹن بھی توڑ کر دے دیے کہ یہ بھی تم لے جاؤ، ہم کو کافروں کے بٹن بھی نہیں چاہئیں اور بٹن کی جگہ درخت کے کانٹے لگا لیے اور چوں کہ کبھی ننگے پیر نہیں چلے تھے تو پیر سوج گئے اور سوج کر پھٹ گئے اور ان سے خون بہنے لگا۔ اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم شہزادۂ مکہ اس حالت میں آرہا ہے کہ اس کے پیر سوجے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہی رونا شروع کردیا۔[۸] یہ ایسے امتی تھے جنہوں نے نبی کی آنکھوں سے آنسو بہا دیے ؎

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

محدثین نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں روئے؟ یہ خوشی کا رونا تھا کہ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے میری امت میں ایسے اولیاء اللہ پیدا کیے ہیں۔ چالیس سال کی عمر میں ان کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا، جنگِ اُحد میں بالکل کالے بالوں میں شہید ہوئے اور کفن بھی پورا نصیب نہیں ہوا، پیر چھپاتے تھے تو سر کھلتا تھا اور سر چھپاتے تھے تو پیر کھلتے تھے۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کا سر چھپا دو اور پیر کی طرف "اذخر" گھاس ڈال دو[۹] اور اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یہ شہید ہوا اور الحمد للہ! میری امت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے عاشق پیدا کیے۔ تو یہ دونوں مرتبہ خوشی کا رونا تھا۔

شاہ اسماعیل شہید کا تبلیغِ دین کا جذبہ

مولانا شاہ اسماعیل شہید شاہ ولی اللہ کے پوتے ہیں، شاہ عبد العزیز صاحب کے بیٹے ہیں۔ جب دہلی میں چلتے تھے تو جتنے تاجر ہوتے تھے سب کھڑے ہو جاتے تھے کہ شاہ ولی اللہ کا پوتا جا رہا ہے اور مغل خاندان کے بادشاہوں کے لڑکے جب گزرتے تھے تو بھی دہلی کے تاجر

۸؎ کنز العمال:٦/٦١٧(١٧١١٠)، مؤسسة الرسالة
۹؎ صحیح البخاری:١/١٧٠(١٢٧٧)، باب اذا لم یجد کفنا الا من یواری راسه، المکتبة المظهریة

کھڑے ہو جاتے تھے کہ بھئی! بادشاہ کا پوتا جارہا ہے، تاریخ میں ہے کہ جتنی عزت بادشاہوں کے لڑکوں کی تھی اتنی ہی عزت شاہ ولی اللہ کے لڑکوں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کیا عزت دی، فقیری میں بھی عزت دی۔

عشق کی ذلت بھی عزت ہوگئی
لی فقیری بادشاہت ہوگئی

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ حضور! آپ اتنے بڑے معزز خاندان سے ہیں اور بھنگیوں میں تبلیغ کرنے چلے جاتے ہیں، رنڈیوں کو ہدایت کرنے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر دہلی کے غنڈے گدھے پر بٹھا کر میرا منہ کالا کر دیں میں اس وقت بھی قال اللہ اور قال رسول اللہ کہنا نہیں چھوڑوں گا، لہٰذا اسی جذبہ کے تحت ایک بدکار عورت کے یہاں تبلیغ کے لیے پہنچ گئے، اس کے یہاں بہت سی خادمائیں تھیں، کروڑپتی رئیسہ تھی، مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فقیروں کے لباس میں پہنچ گئے، علماء والے لباس میں نہیں گئے بلکہ جو بھیک مانگتے ہیں ان کا لباس پہن کر گئے اور جا کر کہا کہ سائیں اپنی صدا سنائے گا، اس عورت نے سمجھا کہ سائیں فقیر ہے تو دو روٹی اور کچھ آٹا بھجوا دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ فقیر پہلے صدا سناتا ہے پھر بھیک لیتا ہے، پردہ کر کے بیٹھ جاؤ، پہلے میں صدا سناؤں گا۔ اب مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پردہ کرایا اور سب عورتیں اور ان کی سردار بیٹھ گئیں، اس کے بعد انہوں نے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ [1] اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے گرنے لگیں گے یعنی قیامت کا نقشہ کھینچا تو ان عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ ہری پور کے ایک بڑے میاں نے بتایا کہ میں نے دہلی میں بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ خود سنا ہے، جب مولانا اس آیت پر تقریر کر رہے تھے اور جب کہتے تھے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ تو ایسا لگتا تھا جیسے آسمان پھٹ پڑے گا۔ تو دوستو! اللہ کے نبی کے غلاموں کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میں کیا اثر ہوتا ہوگا۔ جتنا انسان کو یقین حاصل ہوتا ہے اس کی بات میں اتنا ہی اثر ہوتا ہے، جب اللہ کے نبی کے غلاموں کا یہ حال ہے

---

[1] الانفطار: ۱-۲

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر میں صحابہ کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ بس اس عورت نے مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے توبہ کرا دیجیے، میں بدکاری کا پیشہ چھوڑ دوں گی، آپ نے توبہ کرادی، ساری کی ساری عورتوں نے توبہ کرلی، ساری خواتین ولی اللہ ہوگئیں، ان کو ذکر بتادیا، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی پہنچ گئے، ان کے ہاتھ پر بھی ایک ایسی خاتون نے بیعت کی جس کی زندگی گناہوں سے تاریک تھی۔

صحبت اہل اللہ کی برکت سے خواتین کا رُتبۂ ایمان

سید احمد شہید نے بالاکوٹ جہاد کا اعلان کیا، دہلی کے لوگ تیار ہوگئے، جہاد کی تیاری شروع ہوگئی۔ ان دونوں بزرگوں نے دونوں عورتوں کا نکاح کرا دیا، ان عورتوں نے کہا کہ آپ ہم کو چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ یہ ہوتی ہے شیخ کی محبت! اسی سے دین ملتا ہے، جس سے دین ملتا ہے اس سے محبت ہوتی ہے لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ ہمیں کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ کہا کہ ہم جہاد کے لیے جارہے ہیں تم وہاں کیا کروگی؟ ان خواتین نے کہا کہ ہم مجاہدین کے گھوڑوں کا چنا دَلیں گی، دہلی سے ایک چکی خرید لیں گے اور وہ بالاکوٹ لے چلیں گے اور چنے کو پیسیں گے، وہ چنا ہم مجاہدین کے گھوڑوں کو دیں گے اور گھوڑے اس کو کھا کر جہاد کریں گے۔ چناں چہ یہ رات بھر چنا پیستی تھیں جسے دن میں گھوڑے کھاتے تھے۔

ایک شخص نے ان خواتین سے پوچھا کہ دہلی میں مخمل کے گدے پر پھول بچھائے جاتے تھے، آپ ان پر سوتی تھیں اور اب یہ جو ہاتھ میں چکی چلا چلا کر چھالے پڑ گئے ہیں کیوں کہ ایسا کام کبھی کیا نہیں تھا تو وہ زندگی تمہیں عزیز تھی یا اب ہے کہ تم بالاکوٹ کے پہاڑ کے دامن میں چکی پیس رہی ہو، کنکریوں پر سو رہی ہو، تمہارے دہلی کے گدّے اور پھولوں کی سیج چھوٹ گئی، تم پہاڑ کے دامن میں بالاکوٹ میں کنکریوں پر سو رہی ہو اور تمہارے ہاتھ میں مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا پیستے پیستے چھالے پڑ گئے تو تمہیں کون سی زندگی عزیز ہے، تم پچھتا تو نہیں رہی ہو؟ اب ان کا جواب سنیے! انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کے صدقہ میں اور بالاکوٹ کے پہاڑ کے دامن میں کنکریوں پر سونے اور ہاتھوں میں چھالے پڑنے کے صدقہ میں جو ایمان عطا ہوا ہے اگر اس ایمان کو بالاکوٹ کے

پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، ہمارے ایمان کو بالاکوٹ کے پہاڑ بھی برداشت نہیں کرسکتے۔

آج ہم چاہتے ہیں کہ بس ہم کو ہر چیز مفت میں مل جائے، جو چیز مفت میں ملتی ہے وہ آدمی مفت میں دے بھی دیتا ہے، انسان کو جتنا زیادہ مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی قدر معلوم ہوتی ہے، آج سستا معاملہ ہے، وراثت میں اسلام مل گیا ہے، ماں باپ مسلمان تھے ہم بھی مسلمان ہوگئے، کچھ دن کسی بزرگ کے ساتھ رہو، اس کے ساتھ سفر حضر کرو، کچھ دن سفر میں مشقتیں اٹھاؤ پھر دیکھو جینے کا لطف مل جائے گا۔

اُس کو جینے کا مزہ ہی حاصل نہیں
جس نے دیکھی ہی بزمِ عاشقاں نہیں

جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی محفلیں نہیں دیکھیں ان کو زندگی کا لطف نہیں ملتا۔

کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت

بیان کے شروع میں جو آیت پڑھی تھی اب اس کے بارے میں کچھ عرض کردوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ[۱۱] اے ایمان والو! جو لوگ مرتد ہوجائیں، جن کا سببِ ارتداد بظاہر یہ ہوگا کہ خفیہ خفیہ یہودیوں سے اور نصرانیوں سے دوستی کریں گے۔ تو تم ایسے دشمن کے دوست کو اور دوست کے دشمن کو دوست مت بناؤ، ورنہ اس کا نتیجہ دیکھ لوگے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ[۱۲] اے ایمان والو، یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنَّ مُوَالَاتَهُمْ مُسْتَدْعِیَةٌ لِلْاِرْتِدَادِ عَنِ الدِّیْنِ یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا دوست بنانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دل آہستہ آہستہ ایمان سے محروم ہوجائے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرتد

---

۱۱ المآئدۃ:۵۴

۱۲ المآئدۃ:۵۱

ہو گیا، اسلام سے نکل گیا تو فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ اس کے مقابلے میں ہم اہلِ محبت کو پیدا کریں گے یُّحِبُّهُمْ جس سے اللہ پاک محبت فرمائیں گے وَ یُحِبُّوْنَهٗ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے بیان فرمایا یُّحِبُّهُمْ اللہ ان سے محبت کرے گا، وَ یُحِبُّوْنَهٗ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے کیوں بیان فرمایا؟ مفسرین لکھتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے اِنَّهُمْ یُحِبُّوْنَ رَبَّهُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمْ[13] اپنے رب کی محبت کے فیضان کی وجہ سے یہ لوگ اپنے رب سے محبت کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

عظمت کے باوجود صحابہ کی شانِ انکساری

آگے ہے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ صحابہ مؤمنین کے آگے اپنے نفس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ یعنی عاجزی اور نرمی اختیار کرتے ہیں۔ عربوں میں اپنے نفس کو مٹانے کے لیے لَهٗ استعمال ہوتا تھا، جیسے کوئی کسی کے آگے بچھ گیا، تواضع کی، تو کہتے تھے اَذَلَّ لَهٗ فلاں شخص نے فلاں کے لیے اپنے کو فنا کر دیا۔ لیکن جب کوئی کسی پر غالب ہو جاتا تھا تب عرب کے لوگ بولتے تھے اَعِزَّةٍ عَلٰی فُلَانٍ کہ وہ فلاں پر غالب ہے، تو عاجزی کا اظہار کرنے کے لیے عربوں کے یہاں لَهٗ استعمال ہوتا تھا، عَلٰی استعمال نہیں ہوتا تھا کیوں کہ عَلٰی آتا ہے بلندی کے لیے، علوِ شان کے لیے جیسے قرآن پاک میں ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[14] اے نبی! آپ اخلاقِ عظیم پر فائز ہیں۔ تو عَلٰی ہمیشہ کسی کی بلندی ظاہر کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے عربوں کے محاورات پر قرآن کو نازل کیا ہے لہٰذا فرمایا کہ صحابہ دشمنوں پر نہایت ہی غالب ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں عَلٰی استعمال کیا تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ جو اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ہیں یعنی عَاطِفُوْنَ عَلَیْهِمْ مُتَذَلِّلِیْنَ لَهُمْ ہیں، اپنے کو

---

[13] روح المعانی:۶/۱۹۲، المآئدة (۵۴)، دار احیاء التراث، بیروت

[14] القلم:۴

مٹا کر ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں تو ان کی یہ ذلت ان کی ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ مُتَذَلِّل ہیں یعنی یہ اپنی بلندیِ شان کے باوجود بتکلف اپنے کو مٹاتے ہیں ؎

گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

گدا اگر تواضع کرتا ہے تو یہ اس کی بھیک مانگنے کی مجبوری ہے۔ اس لیے کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انسان کو کسی ہنر سے نوازے اور پھر بھی اس کے اندر اکڑ اور تکبر نہ آئے۔ اسی لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں عَلٰی اس لیے آیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ مَعَ عُلُوِّ طَبْقَتِھِمْ وَفَضْلِھِمْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ[15] یہ بڑے اونچے لوگ ہیں، بہت اونچے طبقہ کے ہیں، نہایت اعلیٰ شرف، اعلیٰ فضل کے باوجود اللہ کے لیے اپنے کو مٹاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آگے ارشاد فرمایا ہے اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ، یہ کافروں پر اَشِدَّاء ہیں، کافروں پر غالب ہیں۔ یہ آیت بھی پہلی بات کی تائید کرتی ہے کہ صحابہ کی ذلت ذاتی نہیں ہے، اگر ذاتی طور پر یہ کمزور اور ذلیل ہوتے تو کافروں پر سخت کہاں سے ہو جاتے؟ ان میں یہ شانِ عاجزی اس لیے ہے کہ وہ بتکلف اپنے آپ کو مٹاتے ہیں۔

دیکھیے! خلفائے راشدین کا طبقہ کتنا اونچا ہے لیکن معمولی غلاموں سے بھی ملتے تھے تو اپنے کو مٹا کر ملتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنا کہہ دیا تھا کہ یَا بِلَالُ اَنْتَ اَسْوَدُ تم کالے ہو، اس کے بعد خیال آیا کہ اسلام نے تو گورا، کالا، قوم، قبیلہ سب کو مٹا دیا ہے، ایک کلمے کی بنیاد پر انسانوں کو جوڑا ہے، بس توبہ کی اور فوراً زمین پر لیٹ گئے اور فرمایا کہ اے بلال میرے منہ سے جو بات نکلی ہے، میں اس پر نادم ہوں، تائب ہوں، مستغفر ہوں، تم میرے جسم پر چلو تاکہ میری یہ خطا معاف ہو جائے۔ یہ ہے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی مَعَ عُلُوِّ طَبْقَتِھِمْ وَفَضْلِھِمْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ باوجود اس کے کہ یہ حضرات نہایت اعلیٰ طبقہ کے ہیں لیکن مسلمانوں سے اپنے کو مٹا کے ملتے ہیں۔ ورنہ کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان کہ جب انہوں نے کلمہ پڑھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور خوشی سے

---

[15] روح المعانی: ۶/۱۶۳، المآئدۃ (۵۴)، دار احیاء التراث، بیروت

عرض کیا کہ یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ) اِسۡتَبۡشَرَ اَھۡلُ السَّمَآءِ بِاِسۡلَامِ عُمَرَ[۱۷] عمر کے اسلام پر آج آسمانوں میں فرشتے خوشیاں منا رہے ہیں۔ جس کے اسلام کی آسمانوں پر خوشیاں منائی جارہی ہوں وہ بلال حبشی سے کہے کہ میرے جسم پر چل کر مجھے روندو۔ تو آیت اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ کی تفسیر یہ ہے کہ اپنے ایمان والے بھائیوں پر مہربان ہیں، اپنے کو مٹا کر ان سے ملتے ہیں اور ان کے لیے اپنے کو بچھائے رہتے ہیں۔ عرب میں میزبان اپنے مہمان کی مہمان نوازی میں اپنے کو مٹا دیتا تھا، بچھ جاتا تھا جیسا کہ غالب نے کہا تھا ؎

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اصلاح کر دی، فرمایا ؎

بچھ گیا میں خود ان کے آنے پر
شکر ہے گھر میں بوریا نہ ہوا

یعنی اگر بوریا ہوتا تو بوریا بچھاتے، اب بوریے کے بجائے اپنے کو بچھا دیا۔ اس شعر کو نوٹ کر لینا، یہ اللہ والوں کے کلام سے ہے۔ تو اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ پر یہ بہت بڑا اشکال تھا کہ عَلٰی آتا ہے بلندی کے لیے جبکہ اظہارِ عاجزی کے لیے عرب کے جتنے محاورات تھے سب محاورات میں لَہٗ استعمال ہوتا تھا، جب کوئی کسی کے سامنے مٹ کر ملتا تھا تو کہتے تھے اَذَلَّ لَہٗ زَیۡدٌ یعنی زید نے اپنے کو مٹا دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے عَلٰی استعمال کیا، اس پر یہ اِشکال قائم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے محاورۂ عرب سے صرفِ نظر کیوں فرمایا؟ اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کہ صحابہ بہت اونچے لوگ تھے اور عَلٰی آتا ہے بلندی کے لیے یعنی صحابہ اپنی بلند شانوں کے باوجود مسلمانوں سے اپنے کو مٹا کر ملتے تھے ورنہ جو جھونپڑی میں رہتا ہے وہ اگر اپنے کو مٹاتا ہے تو کیا مٹایا۔ مٹانا اس کا نام ہے کہ جو گورنر ہے، بادشاہ ہے، مال دار ہے، کروڑ پتی ہے وہ اپنے کو مٹا کر عام مسلمانوں سے ملے۔ تکبر اور خدا کی محبت جمع نہیں ہو سکتی، دنیا میں کوئی اللہ والا

[۱۷] سنن ابن ماجۃ:۱۰۶، باب فضل عمر، المکتبۃ الرحمانیۃ

متکبر نہیں تھا، جب تکبر آیا سمجھ لو کہ خدا سے محروم ہو گیا، جس کے دل میں اللہ کی محبت کا جھنڈا لہرا جائے کیا اس میں بڑائی آسکتی ہے؟ جب سورج نکلے تو ستاروں کا وجود رہ سکتا ہے؟ ؎

چوں سلطانِ عزت علم برکشد
جہاں سر بجیبِ عدم در کشد

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سلطانِ عزت یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کا جھنڈا اللہ والوں کے دلوں میں لہراتا ہے تو پوری کائنات عدم کی جیب میں سر چھپا لیتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے سامنے پوری کائنات اللہ والوں کی نگاہوں سے گر جاتی ہے ؎

اگر آفتاب است کجا ذرہ نیست
و گر ہفت دریا است یک قطرہ نیست

آفتاب کے ہوتے ہوئے ایک ذرّے کا کیا وجود ہے، اگر سات دریا بہہ رہے ہوں تو ایک قطرے کی کیا حقیقت ہے۔ اب علامہ آلوسی دوسرا اشکال قائم کر رہے ہیں کہ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ میں بھی عَلٰی آرہا ہے، تو اس کا جواب یہ دے رہے ہیں مِنْ عَزَّ کہ یہ لفظ عَزَّ سے ہے جو معنیٰ میں غَلَبَهُ کے ہے۔ عربوں میں جب کسی کو کسی پر غلبہ ہو جاتا تھا تو وہ اپنے محاورے میں بولتے تھے عَزَّهٗ یعنی فلاں فلاں پر غالب آگیا، تو یہاں اَعِزَّةٍ غلبہ کے معنیٰ میں ہے، یعنی کافروں پر نہایت سخت تھے، ان پر غالب رہتے تھے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اس بات کی تائید ہوگئی کہ صحابہ مسلمانوں کے آگے اپنے کو ذاتی طور پر ذلیل، کمزور اور حقیر سمجھ رہے ہیں ورنہ یہ ذلت ان کی ذاتی صفت نہیں ہے، ذاتی طور پر تو یہ بڑے سخت ہیں لیکن اللہ کے لیے اپنے کو مٹاتے ہیں۔ بابِ تَفَعُّلْ میں تکلف ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ مَرِضَ زَيْدٌ زید مریض ہو گیا، لیکن جب بابِ تَفَعُّلْ سے کہیں گے کہ تَمَرَّضَ زَيْدٌ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زید مریض نہیں تھا بتکلف مریض بن گیا۔ تو صحابہ کی یہ ذلت و تحقیر ان کی ذاتی صفت نہیں تھی کیوں کہ ذاتی طور پر تو یہ بڑی عزت والے، بڑی طاقت والے تھے، جب ہی تو اَنَّهُمْ اَشِدَّاءُ مُتَغَلِّبُوْنَ عَلَيْهِمْ تھے، کافروں پر سخت تھے، متغلب تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں سے اپنے کو

مٹا کر ملتے تھے۔ اس بات سے اس آیت کی تائید ہوگئی اور صحابہ کی صفتِ ذاتی یعنی ان کی عزت کو اور مضبوط کر دیا۔

دلالتِ شانِ استقلالِ صحابہ کے لیے ترکِ عطف

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عطف کا "و" ترک کیا یعنی اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کے بیچ میں "و" نہیں لائے، تو عطف کو کیوں چھوڑا؟ "و" کو اللہ نے کیوں استعمال نہیں کیا؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں تاکہ صحابہ میں دونوں صفتوں کا استقلال ثابت ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ صحابہ ان دونوں صفتوں میں الگ الگ مستقل شان رکھتے ہیں، جبکہ عطف لانے کے بعد اس شان میں استقلال نہیں رہتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بیچ میں عطف کا واؤ استعمال اسی لیے نہیں کیا لِلدَّلَالَةِ عَلَى اسْتِقْلَالِهِمْ بِالْاِتِّصَافِ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا[۱۷] کیوں کہ صحابہ کی دونوں شانیں اپنا مستقل مقام رکھتی ہیں جبکہ عطف میں یہ ہوتا ہے کہ کباب بھی کھایا اور دال بھی کھائی تو دونوں کا تھوڑا تھوڑا کھانا ثابت ہوتا ہے، لہٰذا عطف نہ لگا کر ثابت کر دیا کہ صحابہ دونوں صفتوں سے نہایت کامل درجہ میں متصف ہیں۔

مجاہدے کی تفسیر

اللہ تعالیٰ آگے ارشاد فرماتے ہیں يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ[۱۸] یہ يُجَاهِدُوْنَ ان کا حال ہے، یعنی حضراتِ صحابہ کی ایک شان اور بھی ہے کہ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ یہ اللہ کی راہ میں مجاہدہ بھی کرتے ہیں۔ مجاہدے کی تین تفسیریں ہیں:

۱) يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِالْقِتَالِ لِاِعْلَاءِ كَلِمَتِهٖ سُبْحَانَهٗ اللہ کی راہ میں کفار کو قتل کرنے میں، کافروں سے جہاد کرنے میں مجاہدہ کرتے ہیں۔

۲) يُجَاهِدُوْنَ بِكُلِّ مَا يَأْتُوْنَ اعمالِ صالحہ، نیک اعمال مثلاً جماعت سے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور اللہ نے جتنے بھی احکام دیے ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں، مجاہدہ کرنے سے سُست نہیں

---

۱۷ روح المعانی:۶/۱۶۴، المآئدۃ (۵۴)، داراحیاء التراث، بیروت

۱۸ المآئدۃ:۵۴

ہوتے، جماعت کے لیے فوراً اُٹھتے ہیں جیسے شیر اٹھتا ہے، اذان کی آواز سے ان کی نیند ایسے بھاگ جاتی ہے جیسے شیر کے سامنے لومڑی فرار اختیار کرتی ہے۔ شیر جب چلتا ہے تو سب لومڑیاں فرار ہو جاتی ہیں، جب اللہ کی عظمت اور محبت سامنے ہوتی ہے تو ساری سستی بھاگ جاتی ہے۔ دیکھو! اگر ابھی معلوم ہو جائے کہ آپ کے ابّا جو حج کرنے گئے تھے اور دو بجے رات کو آ گئے، دروازہ کھٹکھٹایا اور اطلاع دی کہ تمہارے ابا حج کر کے آ گئے تو سارے بچوں کی نیند غائب ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی نیک اعمال میں سستی کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کی کمی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اتنی قوت دیتا ہے کہ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِالْقِتَالِ لوگ اللہ کے لیے کافروں سے جنگ اور جہاد تک کرتے ہیں۔

۳) اَنَّهُمْ جَامِعُوْنَ بَیْنَ الْمُجَاهَدَةِ وَالتَّصَلُّبِ فِی الدِّیْنِ[۱۹] یعنی گناہ چھوڑنے میں سخت سے سخت تکلیف اور غم کو برداشت کرتے ہیں۔ اور دین کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ غم اٹھانے کی مثال اکثر دیتا ہوں کہ جھوٹ بولنے کو جی چاہتا ہے، کسی کی غیبت کرنے کو جی چاہتا ہے مگر اللہ کے خوف سے اپنے کو روک لیتا ہے، چاہے کتنا ہی چٹنی اور کباب جیسا مزہ معلوم ہو۔ بعض لوگوں کو برائی کرنے میں، تنقید اور تبصرے کرنے میں چٹنی اور کباب کا مزہ آتا ہے۔ نعوذ باللہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے، اس ظالم اور بے وقوف کو خبر نہیں کہ میری نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں جا رہی ہیں، میری محنت کی کمائی مفت میں جا رہی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کلکتہ میں ہے اور کراچی میں کوئی اس کی غیبت کر رہا ہے تو اس کا مال بذریعہ منجنیق کلکتہ جا رہا ہے، منجنیق ایک آلہ ہوتا تھا جس میں گولا رکھ کر پھینکا جاتا تھا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو غیبت کرتا ہے تو جس کی غیبت کی جا رہی ہے وہ اگر لاکھوں میل دور بھی ہے تو گویا یہ اپنی نیکیوں کو منجنیق کے ذریعہ وہاں پھینک رہا ہے۔

لَوْمَةٌ اور لَوْمَاتٌ سے متعلق علمی اشکال اور جواب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ صحابہ کسی کی ملامت سے

---

۱۹ روح المعانی:۶/۱۶۴، المآئدۃ(۵۴)، دار احیاء التراث، بیروت

نہیں ڈرتے۔ لَوْمَۃٌ واحد ہے لیکن اسم جنس ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اسم جنس وہ کُلّی ہے جو تمام انواع واقسام کو محیط ہے، تو صحابہ پر ہونے والی ساری دنیا کی، ساری کائنات کی ملامتوں کو اس جملے نے گھیر لیا ہے اور اس میں زیادہ بلاغت پیدا ہوگئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسم جنس لَوْمَۃٌ نازل فرما کر بتادیا کہ صحابہ سارے عالم کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے، ہماری طرح نہیں کہ تھوڑی بہت ملامت کو تو برداشت کرلیتے ہیں لیکن بڑی ملامت سے گھبرا کر داڑھی منڈا دیتے ہیں یا کوئی بھی گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسم جنس نازل فرمایا جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ صحابہ دنیا بھر کے ملامت کرنے والوں کی ملامتوں کی ذرّہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ لَوْمَۃٌ معنیٰ میں لَوْمَاتٌ کے ہے یعنی سارے عالم کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے۔ اب علامہ آلوسی اشکال قائم کرتے ہیں کہ لَوْمَۃٌ جب معنیٰ میں جمع کے ہے تو پھر واحد کیوں نازل کیا؟ اللہ تعالیٰ یہی نازل فرمادیتے کہ لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَّوْمَاتِ اللَّآئِمِیْنَ۔ اب اس اِشکال کا خود ہی جواب دیتے ہیں کہ پھر کلام میں بلاغت نہ رہتی، یہ اللہ کا کلام ہے، شاہی کلام ہے، لَوْمَۃٌ میں بلاغت یہ ہے کہ صحابہ کا مقام یہ ہے کہ وہ سارے عالم کی ملامتوں کو مثل لَوْمَۃٌ وَّاحِدَۃٌ کے سمجھتے ہیں،[۲۰] ایک ملامت کے برابر سمجھتے ہیں جیسے کوئی شخص کہے کہ پہاڑ کے پہاڑ میرے لیے رائی کے دانے کے برابر ہے۔

خوفِ مخلوق علامتِ نقصِ ایمان ہے

حقیقت یہ ہے کہ جو مخلوق کے تبصروں اور تنقید سے متأثر ہوجاتا ہے ابھی اس کا ایمان کامل نہیں ہے ورنہ ساری دنیا کچھ بھی کہتی رہے ؎

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جاناں نہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

[۲۰] روح المعانی: ۱۶۴/۶، المآئدۃ (۵۴)، داراحیاء التراث، بیروت

مخلوق سے ڈرنا، یہ علامت ہے ایمان کی کمزوری کی۔ اس مسئلے کو علامہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں بہت بہترین طریقہ سے حل کر دیا کہ ایک اونٹ جارہا تھا، اس کی پیٹھ پر نقارہ بجتا تھا یعنی بہت بڑا ساڈھول، اس کی آواز ایک کلو میٹر سے بھی زیادہ دور تک جاتی تھی۔ اس زمانہ میں ڈھول بجا کر حکومت کی طرف سے کسی بات کا اعلان ہوتا تھا۔ تو اس اونٹ کو دیکھ کر کچھ بچوں نے تالیاں بجائیں اور اپنے مخصوص انداز سے اونٹ کو منہ چڑایا تو اونٹ نے کہا کہ تمہاری چھوٹی چھوٹی تالیوں کی آواز مجھے کیا مرعوب کر سکتی ہے جبکہ میری پیٹھ پر نقارہ بجتا ہے جس کی آواز دو تین میل دور تک جاتی ہے۔ ایسے ہی جس کے قلب پر قیامت کی ہولناکیاں غالب ہوں، اللہ تعالیٰ کا حساب اور قیامت کا خوف اور جہنم کی آگ پیشِ نظر ہو وہ لوگوں کی ان باتوں میں نہیں آتا جو کہتے ہیں کہ یہ کیا بالکل مُلّا معلوم ہوتے ہو، انسان کو اتنا زیادہ پرانا بھی نہیں ہونا چاہیے، تھوڑی سی داڑھی چھوٹی کر لیجیے، پاجامہ اتنا اونچا کیوں کرتے ہیں اور ہاتھ میں ہر وقت تسبیح۔ ارے صاحب! دین میں اتنا زیادہ کہاں ہے، میاں! سب چلتا ہے۔ نہیں، سب نہیں چلتا، آنکھ بند ہوگی تب پتا چلے گا کہ اب کون سا سکہ چلے گا۔

خلافِ سنت عمل غیر مقبول ہے

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زندگی گزارنے والا کبھی اللہ کی دوستی نہیں پاسکتا چاہے ہوا میں اڑ کر دکھا دے، یہ کرامت نہیں ہے، اس کا نام استدراج ہے، شریعت وسنت کے خلاف چلنے کے باوجود اگر کوئی چیز ایسی معلوم ہوتی ہے جو بظاہر کرامت لگتی ہے تو وہ کرامت نہیں ہے، اس کا نام استدارج ہے اور استدراج جس کو ہوتا ہے اس کو اپنے استدراج ہونے کا علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ[۲۱] میں جس کو ڈھیل دیتا ہوں، اس کو اپنی ڈھیل کا علم نہیں ہوتا۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تبلیغ کے کام میں لوگ جوق در جوق آرہے ہیں، ایسا تو نہیں ہے کہ یہ خدا کی طرف سے میرے لیے استدراج ہو اور

۲۱؎ الاعراف:۱۸۲

میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو رہا ہوں؟ تو حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ کو استدراج ہوتا تو اندیشۂ استدراج نہ ہوتا، یہ خوفِ استدراج دلیل ہے کہ آپ استدراج سے محفوظ ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ جن کو ہم استدراج میں مبتلا کرتے ہیں ان کو استدراج کا علم نہیں ہوتا جبکہ آپ کو اس کا اندیشہ ہو رہا ہے، آپ کو اس کا خوف ہے، اور جس کو اللہ ڈھیل دیتا ہے اس کو استدراج کا خوف نہیں ہوتا، یہ خوف علامت ہے کہ آپ استدراج سے محفوظ ہیں۔ خوف اور امید کے درمیان میں جینا اولیاء اللہ کی خاص شان ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

علاماتِ محبتِ الٰہیہ

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں صحابہ کی تین صفات بیان کی ہیں۔ اب جس میں ان صفات کی علامات پیدا ہو جائیں تو سمجھ لو کہ اللہ کو اس سے محبت ہے:

علامت نمبر ایک اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے۔ اب اللہ کو ہم سے محبت ہے اس کا پتا چلانا تو مشکل ہے، ہم پر کوئی وحی تھوڑی نازل ہوگی، لہٰذا جس کو اللہ سے محبت ہونے لگے سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہے کیوں کہ اگر ان کو ہم سے محبت نہ ہوتی تو ہم بھی ان سے ہرگز محبت نہیں کر سکتے تھے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اِنَّهُمْ يُحِبُّوْنَ رَبَّهُمْ بِفَيْضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمْ تم لوگ کیا ہم سے محبت کرو گے، یہ تو ہم تم سے محبت کرتے ہیں، پہلے ہم محبت کرتے ہیں، پھر ہماری محبت کی مہربانی سے تم ہم سے محبت کرتے ہو۔ سبحان اللہ! اس کے بعد فرمایا تمہارا کیا منہ ہے محبت کا دعویٰ کرنے کا۔

دن میں سو سو باروں جانا مجھے
اس پہ کوئی سودائی کہے یا دیوانہ مجھے

جب دل میں کسی اللہ والے سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھے گا تو دن میں سو سو بار اس کے گھر

کے چکر لگائے گا، چاہے ساری دنیا اسے پاگل کہے اس کو کوئی پرواہ نہیں۔ بس اپنے اللہ کو خوش کرنا ہے، بندوں کو خوش کرکے کیا ملے گا اور جو اللہ کو خوش کرتا ہے اس کا انعام یہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس کی عزت ڈال دیتے ہیں، اگر چند دن کوئی کیچڑ اچھال دے لیکن یہ ظلم کے چراغ چند دن چلتے ہیں، آخر میں آسمان کی طرف تھوکنے والوں کا تھوک ان کی داڑھیوں پر نظر آتا ہے، لیکن یہ آخر میں پتا چلتا ہے، شروع شروع میں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنقید کرنے والا بہت ہمت والا اور باکمال ہے، دیکھو! آسمان پر تھوک رہا ہے، سورج پر تھوک رہا ہے، یہ بہت قابل آدمی ہے لیکن بعد میں دیکھیں گے کہ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کے چہرے اور داڑھی پر ان ہی کا تھوک پڑا ہوتا ہے۔ اس لیے مولانا رومی فرماتے ہیں ؂

اگر گیتی سرا سر با دگیرد
چراغ مقبولاں ہرگز نمیرد

اگرچہ ساری دنیا ہوا کی زد میں ہو مگر اللہ کے مقبول بندوں کا چراغ کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مقبولین میں شامل فرمالے، اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں اور عاشقوں کی تین علامات بیان کی ہیں۔ اگر کسی کی کوئی ایک علامت بھی کمزور ہو جائے تو وہ اپنے کان کھڑے کرے، ہوشیار ہو جائے، اگر اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوئی کمی رہ گئی تو اس کی تکمیل کرے۔

اللہ کی محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ اپنے کو مٹانے میں اگر کمی ہے تو اس کی تکمیل کرے، اللہ سے دعا بھی کرے، بزرگوں سے پوچھے کہ میں اپنے کو کیسے مٹاؤں؟ خواجہ صاحب نے مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا ؂

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پہ میں لایا ہوں
مٹا دیجیے، مٹا دیجیے، میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

حالاں کہ خواجہ صاحب خود ڈپٹی کلکٹر تھے۔ جس میں تواضع کی کمی ہو، فنائیت کی کمی ہو وہ اللہ سے دعا بھی کرے اور بزرگوں سے مشورہ بھی کرے، اسی طرح اگر کسی میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مجاہدہ کی پست ہمتی ہو تو وہ بھی اللہ سے دعا کرے اور اپنے بزرگوں سے مشورہ کرے۔

تیسری علامت ہے لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ جو دین کے معاملہ میں مخلوق کی ملامت سے ڈرتا ہو، کانپ جاتا ہو، کسی نے کچھ کہہ دیا کہ ارے! یہ کیا ہو گیا آپ کو، آپ بالکل ہی بدھو ہو گئے، خانقاہی ہو گئے، اچھا گول ٹوپی بھی پہن لی۔ بس ڈر گئے، ارے میاں یہ کہو کہ ؎

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
بر سرِ منبر سنائیں گے تیرا افسانہ ہم

اور ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو ترا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی منڈی میں غلہ خرید رہے اور شام کے عیسائیوں میں اللہ کی وحدانیت پر تقریر فرمارہے تھے، مسلمان کی شان ڈرنا تھوڑی ہے۔ ایسے وقت میں جگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پیارا شعر یاد آتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھاگئے، میں زمانے پہ چھا گیا

بندوں کی صفات ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں اَیْ لُطْفُهٗ وَ اِحْسَانُهٗ یعنی یہ اللہ کی مہربانی ہے، اس کا احسان ہے، جس کو یہ تین نعمتیں حاصل ہو گئی ہیں وہ انہیں اپنا ذاتی کمال نہ سمجھے۔

آگے ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اللہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے یعنی تم اللہ کی نعمتوں کو اپنی شانِ استقلال مت سمجھنا بلکہ انہیں مستعار سمجھنا کہ یہ اللہ کی عطا ہے اور ڈرتے رہنا کہ میری کسی خطا پر یہ نعمت واپس نہ لے لی جائے۔ جس شخص کو اپنی خطا پر خوف نہ ہو اور عطا کے چھن جانے کا اندیشہ نہ ہو اس کا مطلب ہے کہ اس کا ایمان صحیح نہیں ہے۔ بزرگوں کی بڑی

علامت یہی ہے کہ وہ ہر وقت ڈرتے ہیں کہ اللہ کی عطا کہیں ہم سے چھن نہ جائے۔ لہٰذا تم ان نعمتوں کو مستقل مت سمجھنا۔ مفسرین نے ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ کی تفسیر یہی لکھی ہے کہ اللہ کی نعمتیں بندوں کی ذاتی استقلالی نہیں ہیں بلکہ استعاری ہیں، اللہ کی عطا کی ہوئی ہیں، اللہ کی طرف سے بھیک ہیں۔

اسمائے الٰہیہ واسع اور علیم کی تفسیر

آگے ہے وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ[۲۲] اب ان دو اسمائے حُسنہ کی تفسیر سن لیجیے۔ بس آج کی مجلس اسی آیت پر ختم ہورہی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ وَاسِعٌ کے معنیٰ لکھتے ہیں:

كَثِيۡرُ الۡفَضۡلِ وَلَا يَخَافُ نَفَادَ مَا عِنۡدَهٗ

یعنی وَاسِعٌ اس کو کہتے ہیں جس کو اپنے خزانوں کے ختم ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو۔ سبحان اللہ یہ ہیں حضرات! اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے۔ فرماتے ہیں كَثِيۡرُ الۡفَضۡلِ وَلَا يَخَافُ نَفَادَ مَا عِنۡدَهٗ یعنی اللہ اتنا فضل والا ہے کہ اس کو کبھی اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا کہ اگر میں اپنی مہربانیوں سے خزانہ دے دوں گا تو کہیں میرا خزانہ ہی ختم نہ ہوجائے۔ يَخَافُ نَفَادَ نہیں ڈرتا ہے وہ ختم ہونے سے، نَفَادَ معنیٰ ختم ہونا وَلَا يَخَافُ نَفَادَ مَا عِنۡدَهٗ اللہ تعالیٰ کو اپنے خزانے کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

یہ تو وَاسِعٌ کی تفسیر ہوگئی اور عَلِيۡمٌ کی تفسیر کیا ہے؟ عَلِيۡمٌ مَّنۡ هُوَ اَهۡلُ الۡفَضۡلِ وَ مَحَلُّهٗ[۲۳] یعنی اللہ بہتر جانتا ہے کہ میری ان تینوں نعمتوں کے اہل کون ہیں اور کس کو دینا چاہیے، اُن کا محل کون ہے، یہ اللہ سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے؟ عَلِيۡمٌ مَّنۡ هُوَ اَهۡلُ الۡفَضۡلِ وَ مَحَلُّهٗ جو محلِ فضل ہے جن کو یہ فضل دینا چاہیے، کس پر کیا فضل کرنا چاہیے اس کے لیے اللہ کا علم کافی ہے، اللہ ہی جانتے ہیں کہ کون اس کا اہل ہے اور کیا اس کا محل ہے۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم تو نااہل ہیں اور اس کے محل بھی نہیں ہیں مگر آپ کَرِيۡم ہیں اور

[۲۲] المآئدۃ: ۵۴

[۲۳] روح المعانی: ۶/۱۶۴، المآئدۃ (۵۴)، دار احیاء التراث، بیروت

کَرِیْم کے معنٰی ہیں جو نااہل پر فضل کردے،[۲۴] یعنی ہمیں اہلیت دے دیجیے۔ اللہ کو ان کے اسم کَرِیْم کا واسطہ دینا یہ بھی اللہ ہی کا فضل ہے ورنہ یہ باتیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

اے اللہ ! ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم اپنی نالائقیوں سے، اپنے گناہوں سے، اپنی خطاؤں سے ان تینوں نعمتوں کے قابل نہیں، ہم نااہل ہیں، اگر آپ کی شانِ کرم نہ ہوتی، اگر آپ کَرِیْم نہ ہوتے تو ہم نااہلوں کا کہیں ٹھکانہ نہ ہوتا۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر اے اللہ! لاکھوں رحمتیں نازل فرما کہ جنہوں نے آپ کے اس نام پاک کَرِیْم کی ایسی تشریح کردی کہ گناہ گاروں کو آپ سے امید ہوگئی کہ آپ وہ کَرِیْم ہیں جو نالائقوں پر فضل کردیں۔

اے اللہ! ہم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے نام کَرِیْم کی ثناء کرنے کا آپ کو واسطہ دیتے ہیں کہ ہم سب نااہلوں پر فضل کردیجیے، ہمیں اہلیت، استعداد اور صلاحیت عطا فرمادیجیے، صحابہ کرام کی شان میں جو تین نعمتیں بیان ہوئی ہیں اپنی رحمت سے ہمیں بھی وہ عطا فرمایئے، یعنی آپ اپنی محبت عطا فرمایئے اور اس محبت کے صدقے میں ہم سب کو اپنی محبت کی توفیق نصیب فرمایئے، اور ہمیں فنائیتِ کاملہ یعنی اپنے نفس کو مٹانے کی توفیق نصیب فرمایئے، اپنے دشمنوں پر سخت فرمایئے، ہمیں اپنی راہ میں مجاہدۂ عظیم کرنے کی توفیق عطا فرمایئے، اپنے دشمنوں سے قتال کے لیے اور نیک اعمال کے لیے اور گناہوں کو چھوڑنے کے لیے توفیق جہاد نصیب فرمایئے اور لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ مخلوق کے خوف سے ہمارے دلوں کو خالی فرمایئے۔

ہم آپ کے لیے اور آپ ہمارے لیے دعا کریں کہ اللہ ہم سب کو استقامت نصیب فرمائے اور مٹنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اے خدا! آپ ہم کو اتنا مٹایئے، اتنی فنائیت عطا فرمایئے کہ جس سے آپ خوش ہوجائیں، ہم نہیں جانتے کہ آپ ہم سے کتنا مٹنا پسند کرتے ہیں بس فنائیت کا وہ مقام نصیب فرمایئے کہ آپ خوش ہوجائیں اور ہماری زندگی کو آپ اپنی مرضی

[۲۴] مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

کے مطابق بنا دیجیے، ہمیں ہمارے نفس کے سپرد نہ فرمائیے، اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی
اے اللہ! ہمیں وہ توفیقات دیجیے جن سے ہم آپ کے محبوب ہو جائیں اور آپ ہم سے راضی ہو جائیں۔ اگر ہم سے خطا ہو جائے تو ہم چین سے نہ بیٹھیں جب تک آپ کو راضی نہ کر لیں، اے اللہ! آپ کو ناراضگی کا حق حاصل ہے اور آپ کو اتنا منانا ہم پر فرض ہے کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

❁❁❁❁

نفس کے بندے

چین اک پل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کرکے جنازہ عزت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہوجائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہوجائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ
إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقر عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْیَۃِ وَھِیَ مَا دُوْنَ الْقَبْضَۃِ کَمَا یَفْعَلُہٗ
بَعْضُ الْمَغَارِبَۃِ وَمُخَنَّثَۃُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْہُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہوگی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بدنظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نا محرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بدنظری کرنے والے پر اور جو خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ

اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بدنظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔ ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰه اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

❁❁❁❁

دینِ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچا اور صحابہ کرام سے امت کو۔ اگر درمیان سے صحابہ کرام کا واسطہ ہٹا دیا جائے تو امت تک دین پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کی عظمت کو امت کے سامنے پیش کیا گیا ہے تاکہ امت ان کی عظمت کو سمجھتے ہوئے ان سے دین حاصل کرنے میں نہ ہچکچائے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''صحابہ کی شانِ عظمت وفنائیت'' میں قرآن پاک کی روشنی میں صحابہ کرام کی ایک عظیم الشان صفت بیان فرمائی ہے کہ صحابہ کرام حاملین شانِ عظمت ہونے کے باوجود عام مسلمانوں کے آگے اپنے کو کمزور اور حقیر سمجھتے ہیں، لیکن یہ کمزوری ان کی ذاتی صفت نہیں ہے، ذاتی طور پر تو یہ بڑے طاقت ور ہیں، جب ہی تو کافروں پر سخت ہیں۔ تاہم وہ اپنی عظمت وطاقت کے باوجود صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے اپنے کو مٹا کر رکھتے ہیں۔

www.khanqah.org

AW157